

## اسلام میں اجتہاد کی اہمیت و افادیت

مولانا محمد مالک کاندھلوی ☆

نوٹ: یہ مقالہ پنجاب یونیورسٹی میں پندرہویں صدی ہجری کی تقریبات میں پیش کیا گیا،  
مقالہ کی افادیت کے پیش نظر قارئین القلم کی خدمت میں پیش ہے۔ (ادارہ)

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على خير خلقه سيدنا و مولانا  
محمد و اله واصحابه اجمعين.

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم.

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولى الامر منكم فان تنازعتكم فى  
شىء فردوه الى الله و الرسول ان كنتم تؤمنون بالله و اليوم الآخر ذلك خير و احسن  
تاويلا۔ (۱) صدق الله العظيم

### مسئلہ اجتہاد کی حقیقت

مسئلہ اجتہاد اپنی علمی و فکری وسعتوں کے لحاظ سے اس مختصر بیان میں پیش کیا جانا مشکل  
ہے تاہم اجمالی طور سے عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ انسانوں کی ہدایت اور دین و دنیا کی  
سعادت کے لئے خداوند عالم نے پیغمبر مبعوث فرمائے، آسمانی صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں۔  
شریعتیں مقرر ہوئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جو خلافت الہیہ عطا کی گئی تھی۔ اس کی تکمیل کیلئے

☆ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور (متوفی 21 اکتوبر 1988ء)

وحی الہی کے ذریعہ سے انسانیت کی رہنمائی ہوتی رہی۔ اسی مقصد ہدایت کیلئے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تک انبیاء دنیا میں آئے۔ اور اللہ کی طرف سے کتابیں اور شریعتیں لائے۔ لیکن یہ تمام پہلی شریعتیں صرف انہی انبیاء، ان ہی قوموں اور انہی زمانوں تک کے واسطوں مخصوص ہوتی تھیں۔ ہر پیغمبر کی بعثت اپنی قوم کیلئے ہوتی رہی، اس کے برعکس آنحضرت ﷺ سید الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا دین، آپ کی شریعت اور آپ پر نازل کیا ہوا قانون ہدایت یعنی قرآن کریم تمام عالم کیلئے، تمام اقوام کیلئے اور دنیا کے ہر خطے اور علاقے کیلئے تھا۔ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اللہ رب العزت نے آپ کو ہادی بنا کر بھیجا۔ ظاہر ہے کہ اس لحاظ سے آپ کی شریعت اور دستور کو ایسا ہی جامع ہونا چاہیے تھا جو دنیا کی ہر قوم، ہر خطہ اور دور کیلئے کافی ہو اور اس کی رہنمائی سے قیامت تک آنیوالی نسلیں سعادت و فلاح کی منزلیں طے کرتی رہیں۔

گذشتہ شریعتوں میں ایسی جامعیت کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر نبی کی شریعت اور پیغمبر کی بعثت و نبوت کے بعد دوسرے رسول کی بعثت مقدر تھی۔ مگر جب خاتم الانبیاء مبعوث ہو گئے جنہوں نے سلسلہ نبوت کو ختم فرمادیا اور وہ قصر نبوت جس میں ایک پتھر کی کمی رہ گئی تھی، آپ نے اپنی نبوت سے اس قصر نبوت کو مکمل فرمادیا تو ظاہر ہے کہ اب آئندہ نہ کسی وحی کا امکان رہا۔ اور نہ کسی شریعت کی گنجائش رہی۔ بس آپ ہی کی شریعت آپ ہی کا دستور وہ ہوا جو قیامت تک کے واسطے طے ہو گیا۔ ہر زمانہ اور ہر قوم اور ہر خطہ ارض کیلئے بس وہی کامل دستور حیات رہا۔

اس مرحلہ پر یہ بات یقیناً ذہن میں رکھنی ہوگی۔ کتاب و سنت جو دین اسلام کا دستور ہے وہ بالیقین ایسے اصول اور کلیات کا حامل ہو گا جو تمام عالم کیلئے، زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل رہنما ہو سکے۔

## اجتہاد کی ضرورت

دنیا میں حالات بدلتے رہتے ہیں، ہر قوم کا مزاج مختلف ہوتا ہے، نئی نئی ضرورتیں اور جدید تقاضے بھی پیش آتے رہتے ہیں، ہر ہر واقعہ اور پیش آنیوالی حاجتوں اور ضرورتوں کی صراحت کر کے قانونی دفعات کا مرتب کرنا نہ تو ممکن تھا اور نہ ہی مصلحت کے مطابق ہو سکتا تھا۔ اس وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ذریعہ امت کو ایسے جامع اصول اور ضوابط مل گئے جن کے ذریعے ہر جدید ضرورت کا حکم اور ہر قوم کی حاجت اور ہر خطہ میں پیش آنے والے مسائل کا حل ہو سکتا ہے۔

بالفرض اگر یہ ہوتا کہ حالات کی تبدیلی اور پیش آنے والے تقاضوں پر ہر قوم باجماعت اپنی رائے اور غور و فکر کے ذریعے احکام اور قوانین مرتب کرنے لگتی تو دین اسلام کی نہ جامعیت باقی رہتی، نہ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت باقی رہتی اور نہ اللہ رب العزت کے اس اعلان کی کوئی حقیقت باقی رہتی :

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام ديناً۔ (۲)

بلکہ دین اسلام مدعیان عقل و فکر اور اغراض و خواہشات کی ایک جولا نگاہ بن جاتا اس وجہ سے یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ ہر دور اور قرن میں پیش آنے والے مسائل اور جدید تقاضوں کیلئے جدید سے جدید شریعتیں مرتب کی جاتی رہیں۔

## اجتہاد کی حقیقت

بس طے ہو چکا تھا کہ شریعت وہی رہے گی جو سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ سے لے کر آچکے، وہی قرآن رہیگا، وہی سنت اسوہ رسول رہے گا۔ اسی سے اور اسی کے اصول سے ہر پیش آنے والے مسئلہ کا حل اور ہر قوم اور ہر خطہ کے دینی تقاضوں کو پورا کیا جائے گا۔ فقہاء اسلام کی

اصطلاح میں اسی کا نام اجتہاد ہے کہ نئے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب و سنت کے اصول سے نکالا جائے گا۔ یہ نہیں کہ بلا کسی بنیاد کوئی ایسا حل تجویز کر دیا جائے جس کی اصل کتاب و سنت نہ ملتی ہو۔ اجتہاد احکام شرعیہ کے استنباط اور تخریق کا نام ہے۔ اجتہاد احکام کی تجویز کا نام نہیں ہے اور نہ مقرر کردہ اصول اور طے شدہ احکام میں ترمیم کا نام ہے۔

اگرچہ دنیا کے آئین اور قوانین میں ترمیم ہوتی رہتی ہے کیونکہ وہ انسانوں کا اپنی فکری صلاحیتوں سے مرتب کردہ قانون ہوتا ہے اور عقل انسانی تمام اطراف اور تمام احوال کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کے برخلاف قرآن کریم اللہ کی وہ جامع کتاب ہدایت ہے جو قیامت تک کیلئے نازل کی گئی۔ دنیا میں خواہ کتنے ہی انقلاب و تغیر واقع ہوں خواہ طرح طرح کی ایجادات و ترقیات ہوتی رہیں۔ لیکن کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اصول ان سب پر حاوی، ان کا حل اور ان کا شرعی فیصلہ بھی ہوگا۔

اجتہاد۔ معنی، مفہوم

بہر کیف قیامت تک پیش آنے والے واقعات اگرچہ غیر محدود ہوں گے۔ مگر ان سب کا حل قرآن کریم کے اصول میں رکھا ہوا ہے۔ ایسے نئے نئے واقعات اور احوال کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے نکالنے کا نام اجتہاد و استنباط ہے امام مالک نے ربیعہ سے نقل کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا میان ہے اور اس میں حدیث رسول اللہ ﷺ کیلئے جگہ چھوڑ دی اور آنحضرت ﷺ نے بہت سی چیزیں میان فرمائیں اور ان میں قیاس کیلئے جگہ باقی رکھی۔ تاکہ اجتہاد و استنباط کرنے والے کتاب و سنت کے اصول سے احکام مستنبط کریں۔ (۳)

اصطلاحی مفہوم

اجتہاد شریعت کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عقل سلیم اور فہم صحیح کے

ذریعہ احکام شرعیہ ان دلائل و اصول سے معلوم کیے جائیں جو قرآن و حدیث سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ نصوص کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی گہرائیوں میں سے احکام شرعیہ نکال لانے کا نام اجتہاد و استنباط ہوا جیسے زمین کھود کر اس کی تہوں میں سے پانی نکال لیا جائے۔ قرآن حکیم اور ارشادات رسول ﷺ کی تہوں میں علوم و معارف کے ذخیرے چھپے ہوئے ہیں آلات فکر یہ سے ان علوم و معارف کو نکالنا اجتہاد کا عمل ہوتا ہے۔

اسی حقیقت کو حق تعالیٰ شانہ نے سورہ نساء کی اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولى الامر منكم فان تنازعتم فى شئى فردوه الى الله و الرسول ان كنتم تؤمنون بالله و اليوم الآخِر ذلك خير و احسن تاويلا۔ (۴)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اولوالامر یعنی فقہاء و علماء کی پیروی کرو اور اگر تم کسی (ایسی) چیز میں نزاع و اختلاف کرو (جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہیں ہے) تو تم اس کو لوٹا دو۔ اللہ اور رسول کی طرف یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں یہ بہتر طریقہ ہے اور اسی کا انجام اچھا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں شریعت کے اولہ اربعہ کی طرف اشارہ ہے یعنی کتاب و سنت، اجماع امت اور قیاس۔ اطیعوا اللہ میں کتاب اللہ کا ذکر ہے۔ اطیعوا الرسول میں سنت رسول اللہ کی طرف اشارہ ہے اور اولوالامر سے اجماع امت مراد ہے اور فان تنازعتم فى شئى میں قیاس کا ذکر ہے۔ یعنی جس چیز کا حکم کتاب و سنت میں نہ ہو اور نہ اجماع امت سے اس کا حکم معلوم ہو تو ایسی صورت میں اس غیر منصوص حکم کو معلوم کرنے کیلئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ رجوع کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں اس کی نظر تلاش کی جائیں اور اس کی علت میں غور و فکر کیا جائے جب اس درپیش مسئلہ کی نظیر کتاب و سنت میں مل جائے پھر علت میں شرکت بھی ہے۔ اور مماثلت بھی پائی جا رہی ہے۔ تو اس غیر منصوص میں وہی حکم جاری کر دو

جو مخصوص میں ہے۔ (۵)

فان تنازعتم میں تنازع سے مراد باہمی خصومت و اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ ایسی چیز ہو تو اس کیلئے سہل علاج یہ تھا کہ یہ فرمادیا جاتا کہ اس نزاع ہی کو ترک کر دو۔ بلکہ یہاں تنازع سے مراد اصول شریعت اور دلائل کا باہمی تجاذب اور باہمی اختلاف ہے۔ یعنی درپیش مسئلہ میں ایک دلیل اپنی طرف مسئلہ کو کھینچ رہی ہے۔ اور اس پر مرتب ہونے والا حکم اور ہے۔ اور دوسری دلیل مسئلہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے جس پر حکم اس کے برعکس مرتب ہوتا ہے تو اس طرح دلائل کا تجاذب یہ تنازع ہے جس کو اس آیت میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف مسئلہ کو لوٹایا جائے گا کہ جو دلائل کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہیں، اسی کو مجتہد اختیار کرتے ہوئے فیصلہ کرے گا۔ اس موقع پر ایک مثال کے ذریعہ اجتہاد کی حقیقت کو واضح کیا جا سکتا ہے۔

### اجتہاد کی مثال

صدیق اکبرؓ کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد ما نعن زکوٰۃ کا فتنہ تھا، حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ایک گروہ نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا اور دعویٰ یہ کیا کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی کو زکوٰۃ لینے کا حق نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔  
واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ یعنی خدا کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں کہ نماز کی فرضیت کو تسلیم کریں مگر زکوٰۃ کا انکار کریں۔ اس پر عمر فاروقؓ کو اشکال ہو اور فرمایا۔ کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ فاذا قالوا ذلك فقد عصموا منی دما نهم و اموالہم الا بحق الاسلام و حسابہم علی اللہ۔ (۶) کہ آپ کیونکر ان لوگوں سے قتال کریں گے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے

میں کافروں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں، جب تک کہ اس بات کی گواہی نہ دے لیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔ اور جب یہ اقرار کر لیں تو یہ لوگ میری طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔ بجز حق اسلام کے۔ اور ان کا حساب اللہ کے حوالہ ہو گا تو اس مسئلہ مانعین زکوٰۃ سے قتال میں عمر فاروق کو اس دلیل کی بنا پر اختلاف ہو کہ یہ لوگ توحید و رسالت کا اقرار کرنے والے ہیں پھر کیسے قتال کیا جاسکتا ہے۔

ابو بکر صدیق کی نظر دوسری دلیل پر تھی وہ یہ کہ ارشاد رسول رسول اللہ ﷺ میں اگرچہ اقرار کر لینے والوں سے قتال روک دینے کو فرمایا گیا ہے اور جان و مال کا تحفظ ان کو دیا گیا لیکن اس تحفظ سے اسلام کا حق مستثنیٰ ہے۔ یعنی اگر حقوق اسلام کسی حق مثلاً قصاص یا رجم ہے۔ یا کسی کے مال کا تاوان عائد ہے تو ایسی صورت میں یہ تحفظ باقی نہ رہے گا۔ تو اس صورت سے اہداء میں یہ اختلاف و منازعت کی صورت پیدا ہوئی۔ عمر فاروق کے سامنے کلمہ گو ہونے کی دلیل قتال سے روک رہی تھی اور صدیق اکبر کی نظر و حسابم علی اللہ کے استثناء پر تھی یعنی اس قانونی اہم نکتہ پر تھی کہ تحفظ جان و مال سے ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں۔ لہذا ان سے قتال درست ہے یہ نکتہ چونکہ اصل سنت رسول سے تائید و تقویت حاصل کر رہا تھا۔ جب صدیق اکبر نے اس موقف پر پختگی کے ساتھ اس کا اعادہ فرمایا تو عمر فاروق کے قلب میں بھی اس نکتہ کی حقیقت واضح اور راسخ ہو گئی۔ چنانچہ فرمایا۔ حتیٰ شرح اللہ صدری للذی شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انه الحق۔ میں بار بار صدیق اکبر سے مراجعت کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے میرا دل بھی اسی چیز کیلئے کھول دیا جس کیلئے صدیق اکبر کا دل کھولا تھا اور میں نے سمجھ لیا کہ وہی حق ہے تو اس مثال سے واضح ہو گیا کہ مجتہدین کا تنازع اس طرح دلائل کے مجازب ہونے کی بنا پر ہوتا ہے کہ ایک دلیل حکم کا ایک رخ بتاتی ہے تو دوسری دلیل حکم کا دوسرا رخ تجویز کر رہی ہے۔

## حجیت اجتہاد

قرآن حکیم بار بار امم سابقہ اور معذبین اقوام کے حالات کا ذکر کر کے فرماتا ہے  
 فاعتبروا یا اولی الابصار (۷) یعنی عبرت حاصل کرو اے نگاہ والو مراد یہ ہے کہ سوچو جن  
 پر عذاب خداوندی واقع ہوا اس کی علت کیا ہے؟ ظاہر ہے وہ ان کی نافرمانی ہے، پس سمجھ لو اگر تم  
 نے بھی اسی طرح نافرمانی کی تو تم پر بھی ویسا ہی عذاب آئے گا۔ یعنی جب علت مشترک ہے تو یقیناً  
 حکم بھی دونوں جانبوں میں برابر ہو گا۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اسی آیت سے قیاس کی حجیت پر  
 استدلال فرمایا ہے۔ اور یہ کہ قیاس کی حقیقت یہ ہے علت کی شرکت سے اصل کا حکم نظیر میں  
 جاری کر دیا جائے۔ (۸)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی کریم ﷺ نے جب یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر روانہ فرمایا۔ دریافت  
 فرمایا۔ تم فیصلے کس طرح کرو گے۔ جواب دیا کتاب اللہ سے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر کیا کرو  
 گے۔ عرض کیا پھر اللہ کے رسولؐ کی سنت سے فیصلے کروں گا۔ فرمایا اگر تم کو وہ چیز حدیث میں بھی  
 نہ ملے تو پھر کیا کرو گے تو جواب دیا میں اپنی رائے اور اجتہاد سے استنباط کروں گا۔ اور اس میں کوئی  
 دقیقہ باقی نہ چھوڑوں گا یعنی محنت و کوشش سے اس واقعہ کا فیصلہ کتاب و سنت کے اصول و قوانین  
 کے ماتحت کروں گا۔ یہ نہیں کہ خود رائے سے جو دل میں آئے۔ اس کو بطور فیصلہ نافذ کروں گا۔  
 آنحضرت ﷺ اس جواب پر بہت خوش ہوئے فرط مسرت سے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔  
 خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسولؐ کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی۔ جس کو اللہ  
 اور اس کا رسولؐ پسند کرتا ہے۔ (۹) حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اس مسئلہ پر  
 تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرمایا۔ رائے اور قیاس کی دو قسمیں ہیں ایک محمود اور دوسری مذموم نے  
 محمود تو وہ ہے جو اصول و قواعد کے مطابق ہو۔ اور اس کا ماخذ کتاب و سنت ہو اور جو رائے محض ظن  
 اور تخمین پر مبنی ہو کتاب و سنت کے اصول کی رعایت نہ ہو تو وہ رائے مذموم ہے۔ (۱۰)



حافظ ابن تہریہ کی اس موضوع پر ایک مستقل کتاب القیاس فی الشرع الاسلامی ہے۔ اس میں بھی موصوف نے قیاس کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک قیاس صحیح اور دوسرا قیاس فاسد اس کی مثال میں فرمایا۔ مشرکین کا یہ قیاس ہے۔ انما الیٰح مثل الربوا۔ کہ بیع بس ربوا ہی کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ منصوص کے خلاف ہے۔ (۱۱)

### قیاس، مظہر حکم

الغرض وہ اجتہاد جس کی بنیاد کتاب و سنت اور اصول شریعت ہوں وہ معتبر اور حجت ہے۔ اور جو فتویٰ قیاس شرعی کی رو سے دیا جائے گا۔ وہ شرعی فیصلہ ہو گا اور اس کا اتباع شریعت ہی کا اتباع کہا جائے گا۔ جیسے کسی عدالت سے قانونی نظائر اور شواہد کی بنا جاری شدہ حکم حکومت ہی کا فیصلہ شمار کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر تمام فقہاء اور اصولیین یہ فرمایا کرتے ہیں قیاس مثبت حکم نہیں بلکہ مظہر حکم ہے۔ قاضی ابن رشد اندلسی جن کو یورپ والے مسلمانوں کا سب سے بڑا فلسفی خیال کرتے ہیں اور انہوں نے امام غزالی کی کتابوں پر فلسفیانہ اصول سے جرح بھی کی ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ خدائے برحق نے ہم کو اپنی سچی کتاب میں جاہا قیاس اور استدلال کا حکم دیا اور اس کے طریقہ پر توجہ دلائی اور ہر چیز کو عقل سے دریافت کرنے پر آمادہ کیا۔ (۱۲)

- مگر یہ بات ظاہر ہے کہ عقل ایک پینا آکھ کی طرح ہے۔ اور ہر پینا آکھ اپنے نور بصیرت اور قوت پینائی کے ساتھ باہر کے نور کی بھی محتاج ہے۔ اگر باہر کا نور نہ ہو تو پینا آکھ کچھ نہیں دی سکتی۔ بالکل اسی طرح یہ حقیقت ہے کہ انسانی عقل اجتہاد و استنباط کے میدان میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے دلائل اور اصول کی رہنمائی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں۔ قرآن کریم تمام احکام شرعیہ بلکہ گذشتہ تمام شریعتوں کا مجموعہ ہے اور جملہ مسائل کو جامع ہے احکام شریعت پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت میں بعض احکام اس قسم کے ہیں جو نص کی واضح عبارت یا اشارہ اور دلالت سے مفہوم ہوتے

ہیں یا وہ مجمل ہوتے ہیں کہ بغیر میان کے مفہوم نہیں ہو سکتے۔ اول قسم کے احکام کے فہم میں عوام و خواص بشر طیکہ وہ اہل لغت اور اہل لسان ہوں یعنی عربی لغت سے واقف اور عربی اسلوب زبان کے ماہر ہوں سب برابر ہیں۔ دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو الفاظ کی دلالت اور اشارات و لوازم تعبیر سے مفہوم ہوتے ہیں تو ان کے سمجھنے کے لئے اجتہاد و استنباط کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ ائمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے۔ احکام کی تیسری قسم جو مجمل ہیں ان کا فہم اور ان پر عمل بغیر شرح و بیان ممکن نہیں تو ان کی توضیح و تشریح وحی الہی نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ کی۔ کیونکہ ان پر مطلع ہونے کا ذریعہ پیغمبر خدا کے میان کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ تو قسم دوم کے احکام اجتہادی ہوئے کہ ان کو قیاس شرعی کے ذریعے سے معلوم کیا گیا۔ اور قسم سوم کے احکام سنت رسول اللہ ﷺ کے مصداق ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے احکام کو ظاہر کیا۔ اسی طرح اجتہاد بھی احکام شرعیہ کو ظاہر کرتا ہے گویا سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام خداوندی ہوئے۔ یہ درست ہے کہ ان دونوں میں عظیم فرق ہے سنت رسول چونکہ وحی الہی ہے اس لئے خطا اور چوک کا امکان نہیں۔ برخلاف اجتہاد کے کہ اس میں صاحب اجتہاد کی رائے اور قوت فکر یہ کو دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں خطا کا احتمال ہے۔ (۱۳)

### عقل انسانی کی حقیقت

ائمہ متکلمین میں ایک جلیل القدر محقق علامہ علاء الدین طوسی (م: ۸۸۷ھ) نے سلطان محمد فاتح کے حکم سے جو کتاب حکماء کے رد میں لکھی تھی اس کے مقدمہ میں یہ بتلایا ہے کہ ہماری عقل بہت سی اشیاء کی حقیقت دریافت کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ بلکہ بڑے بڑے حکماء محسوسات کی ہیئت معلوم کرنے سے عاجز ہو جاتے تو ہم کو چند ایسے امور کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیے۔ جن کی باریکیوں کو اگرچہ ہم نے خود نہیں سمجھا مگر خدا کے رسول نے ہم کو ان کی خبر دی جن کی صداقت پر سینکڑوں آیات پینات گواہی دے رہی ہیں کیا ہماری آنکھوں نے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا جن کو وہ دیکھ سکتی ہیں یا ہمارے کانوں نے ان تمام آوازوں کو سن لیا۔ جن کو وہ سن سکتے ہیں یا ہمارے ہاتھوں نے ان تمام

چیزوں کو چھو لیا جن کو وہ چھو سکتے ہیں۔ یا ہماری زبان نے ان تمام الفاظ کو ادا کر دیا ہے جن کو ہم ادا کر سکتے ہیں۔ الغرض جب ہمارے ان حواس اور ان قوتوں نے اپنے مقدمات کو پورا پورا احاطہ نہیں کیا تو پھر کیا وجہ ہے ہماری عقلی قوت کو اپنی ساری معلومات پر کامل تصرف اور قبضہ حاصل ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ ذات و صفات خداوندی اور اس کے احکام میں یہ تصرف کرنے لگے۔“

اس بنا پر یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اجتہاد و استنباط کے میدان میں تنہا عقل ہی مسائل دین حل اور طے کر سکے گی۔ اگر اجتہاد یعنی قوت عقلیہ و فکریہ کے استعمال میں اصول شریعت کو نظر انداز کر دیا گیا تو پھر یہ تو احکام شریعت میں اجتہاد ہونے کی بجائے اسلام کے ساتھ جماد ہو جائے گا۔

حضرات فقہاء اصول قرآن و حدیث ہی سے ہمارے مسائل کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ ایک روز اعمش کی مجلس میں حاضر تھے کسی نے کچھ مسائل دریافت کئے۔ اعمش نے ابو حنیفہؒ سے کہا۔ تمہاری ان مسائل میں کیا رائے ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان سب مسائل کے جواب بتائے۔ تو اعمش نے پوچھا تم نے یہ فیصلے اور احکام کہاں سے اخذ کئے۔ ابو حنیفہؒ نے جواب دیا فلاں فلاں حدیث کی رو سے جو آپ نے مجھ سے روایت کی ہے میں نے ان مسائل کا حل ان ہی کے ذریعے کیا ہے۔ اعمش نے اس جواب پر خوش ہوتے ہوئے کہا یا معشر الفقہاء انتم الاطباء نحن الصیاد۔ کہ اے گروہ فقہاء حقیقت میں آپ ہی لوگ اطباء ہیں اور ہم محدثین تو سمز لہ عطاء یعنی داؤں کا ذخیرہ رکھنے والوں کے مانند ہیں۔

## شرائط اجتہاد

۱۔ علوم عربیہ کا ماہر

فقہاء اسلام نے شرائط اجتہاد میں سب سے اول شرط یہ بیان کی ہے کہ صاحب اجتہاد علوم عربیت یعنی لغت صرف و نحو اور فن بلاغت کا ماہر ہو۔ کیونکہ قرآن و حدیث عربی ہے۔ اور جب تک آدمی عربی زبان سے واقف نہ ہو اسلوب زبان اور اصول صرف و نحو کا ماہر نہ ہو تو وہ اصل کلام کی مراد ہی سمجھنے

سے قاصر رہے گا چہ جائیکہ وہ اجتہاد و استنباط کے مراحل طے کرنے لگے۔ فن طب اور ڈاکٹری میں وہی شخص دخل دے سکتا ہے جو فن کے اصول اور اس کے تمام متعلقات کی پوری بصیرت رکھتا ہو۔ یہ بات ناقابل تصور ہوگی کہ اس فن کو باقاعدہ حاصل کیے بغیر کوئی شخص کسی ترجمہ میں چند دواؤں کا ذکر اور ان کا خواص دیکھ کر مریضوں کا علاج اور ان کے طبی مسائل حل اور فیصلے کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام علوم میں مہارت کے بغیر کلام عربی کی دلالت نہیں سمجھی جاسکتی۔

## ۲۔ علوم قرآن و حدیث کا ماہر

دوسری شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ و تابعین پر پوری طرح مطلع ہو۔ حتیٰ کہ آیات قرآنیہ متواترہ اور شاذہ اور روایات و احادیث کی سندوں کی صحت و ضعف کو بھی جانتا ہو۔ کیونکہ احکام کا استنباط آیات کلام اللہ کی قرأت متواترہ اور احادیث صحیحہ سے ہی ہوا کرتا ہے۔ تو وہ شخص جو حدیث کی قوت و ضعف اور صحت و عدم صحت کا علم نہ رکھتا ہو وہ کیونکر احکام کا استنباط کر سکے گا۔ اسی کے ساتھ اس کو روایان حدیث کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا علم ہو۔ اس لئے کہ احادیث کی سندوں کا دار و مدار روایان حدیث کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے ہی پر ہے پھر صحابہؓ اور تابعین کے اقوال پر عبور ہو وہ اس لئے کہ یہ حضرات کتاب و سنت کے سب سے پہلے مخاطب ہیں تو ان کا فہم، ان کا بیان و تشریح اور ان کا تعامل احکام شریعت میں بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کی تشریحات و تحقیقات سے کتاب و سنت کی مراد واضح ہو سکے گی۔ ان کے تعامل ہی کو منہاج یعنی طریقہ عمل اور شارع کی غرض سمجھا جائے گا۔ اس وجہ سے درپیش مسائل کا حل اور ان کا شرعی فیصلہ ان چیزوں میں مہارت کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔

## ۳۔ فہم و فراست

تیسری شرط فہم و فراست اور علوم و قرآن و حدیث میں ذہانت و ذکاوت حاصل ہونا ہے کیونکہ بسا اوقات انسان باوجود اہل لسان ہونے کے بھی کلام کے اسرار و نکات اور اغراض و مقاصد پر بغیر قرآنی فہم

اور علوم الہیہ میں بصیرت کے مطلع نہیں ہو سکتا۔ ہم دن رات اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں ہمارے کلام کی اصل مراد ہمارے وہ بہت سے مخاطب نہیں سمجھ سکتے جو ذکاوت اور تدبیر کا وصف نہ رکھتے ہوں۔ تو ظاہر ہے بغیر اس وصف کے قرآنی اصول اور سنت رسول کے دلائل سے کوئی شخص مسائل کا حل اور فیصلے کیسے کر سکتا ہے۔

### ۴۔ تقویٰ و طہارت

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ شخص صاحب تقویٰ ہو۔ نفس کے تقاضوں اور اغراض و خواہشات سے متاثر ہونے کا اس کے متعلق احتمال نہ ہو۔ کیونکہ بغیر تقویٰ اور قلب کی طہارت کے وہ مسائل کے حل میں اپنی فکری صلاحیتوں کو صحیح رخ کی طرف متوجہ نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح صاحب غرض اور خواہشات نفس میں پڑنے والا انسان ہر بات میں اپنی اغراض و خواہشات اور اپنے خیالات ہی کی تکمیل کا ارادہ کرے گا۔ اسی عیب کے باعث تو انسان اصل شریعت ہی کو مسخ کر دیتا ہے جس کی مثال بنی اسرائیل کی وہ تمام لہذا اور تحریف دین کی حرکتیں ہیں جن کو قرآن کریم نے بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ مسائل کا حل وہی شخص صحیح کر سکے گا۔ جو ایمان و تقویٰ سے متصف ذاتی اغراض اور نفس کی خواہشات سے پاک ہو ورنہ تو وہ اصل احکام ہی کو اپنی خواہشات کے لئے اکہ کاربمانے لگے گا۔

### ۵۔ طریقہ اجتہاد سے واقفیت

پانچویں شرط اجتہاد و استنباط کے طریقوں اور ان کے اقسام اور شرائط استنباط اور اس کی صحت و فساد سے بھی واقف ہونا ضروری ہے چونکہ اجتہاد و استنباط احکام کتاب و سنت سے ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے عبارتی انواع و اقسام کا ماہر ہو اور سمجھ سکتا ہو کہ اس میں کون سی آیت نص ہے کون سی ظاہر ہے اور کون سی مجمل ہے، کون سی مفسر ہے، کون سی محکم اور کون سی متشابہ ہے ان سب تعبیرات کے انداز اور طرز کو جانتا ہو اس لئے ضروری ہے کہ درپیش مسائل کے حل کے لیے ان تمام امور کو ملحوظ رکھے یقیناً اس کے بغیر کوئی فقیہ صحیح شرعی فیصلہ ہی نہیں کر سکتا۔ یہ تمام تفصیلات

اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں اس مختصر بیان میں ان کی وضاحت مشکل ہے۔

### نص سے متصادم اجتہاد

بہر حال اجتہاد کے لئے پانچ بنیادی شرائط ہیں۔ پھر ان شرائط کی پوری رعایت کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ صاحب اجتہاد کے فیصلے سے شریعت کے طے کردہ اصول میں سے کسی کا رد تو لازم نہیں آتا۔ یا یہ فیصلہ کسی آیت قرآنیہ یا حدیث رسول ﷺ کے منافی تو نہیں ہے یا اس سے دین کے اغراض و مقاصد پر کوئی زد تو نہیں پڑتی۔ یا یہ صحابہؓ کے تعامل اور فقہاء امت کے اجماع کے تو خلاف نہیں اگر درپیش مسائل کا ایسا کوئی حل سامنے آئے کہ اس سے نص شریعت کے اصول پامال ہوتے ہیں یا وہ صریح نص قرآنی اور حدیث نبوی کے خلاف ہے یا اس سے شریعت کے اغراض و مقاصد فوت ہوتے ہیں یا صحابہ کا تعامل اس کے خلاف یا فقہاء امت کا اجماع اس کے خلاف ہے تو اس طرح کا اجتہاد مسائل کا شرعی حل نہ ہو گا بلکہ دین کی تحریف اور اس کا مسخ کرنا ہو گا اور ایسے اجتہاد سے دین کی عظمت و اقدار اور جامعیت کے برعکس دین کی بچ بچائی ہوگی اور ایک نئی شریعت کی تدوین ہوگی۔

الحمد للہ کتاب و سنت میں ایسے جامع اصول موجود ہیں کہ قیامت تک پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل ان سے نکل سکتا ہے اگر ہم چاہیں تو بغیر کسی مجبوری اور پریشانی کے قرآنی ہدایات اور سنت نبوی کی روشنی میں ہر مشکل سے مشکل مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ سطحی طور پر بعض واقعات اور مسائل کی الجھن محسوس کرتے ہوئے ایسا کوئی فیصلہ کر دینا جن سے اغراض دین پر زد پڑے یا نصوص شریعت کا ابطال لازم آئے، درست نہیں ہے۔ شریعت کے اصول میں لچک کا تصور تحریف دین کا دورازہ کھولتا ہے اس لئے اس کے بجائے درپیش الجھن اور مشکل دور کرنے کی کوشش چاہئے۔ اس سے بچنے کے لئے شریعت کے قانون سے ذرہ برابر انحراف ہرگز گوارا نہ کیا جائے۔

شریعت کے اصول ایک ہموار سطح ہیں اگر ہمارے مسائل کی ناہمواری ان اصول پر ان کو

منطقی نہیں ہونے دیتی تو جائے قوانین شریعت میں کھود کر پید کرنے کے خود ان مسائل کی سطح ہی کو درست اور ہموار کرنا چاہئے۔ الغرض دین کی بنیاد نصوص شریعت ہیں۔ قیاس و اجتہاد ان کے تابع ہوگا۔ نہ یہ کہ اجتہاد سے ان میں کوئی تبدیلی کی جائے۔ امام ابو حنیفہؒ جو فقہائے امت کے امام، مقتدی و پیشوا ہیں۔ اور اجتہاد و قیاس کے ذریعہ انہوں نے کتاب و سنت سے ہزاروں مسائل و احکام مستنبط فرمائے۔ لیکن کسی بھی اجتہاد سے انہوں نے کسی حدیث کے خلاف یا اس سے مختلف فیصلہ نہیں فرمایا۔ بلکہ بہت سے مواقع وہ ہیں ان کے قیاسی اصول اور اجتہاد ایسا حکم ثابت کر سکتا تھا کہ جو حدیث کے خلاف ہو تو انہوں نے اپنا قیاس ہی ترک کر دیا اور حدیث پر عمل فرمایا۔ مثلاً روزہ کی حقیقت کھانے پینے سے پرہیز کرنا ہے، صبح صادق سے غروب تک، روزہ کی یہ حقیقت از روئے اجتہاد اس امر کو چاہتی ہے کہ کوئی شخص خواہ قصد اور ارادہ کھائے پینے یا بھول کر، دونوں حالتوں میں روزہ کی حقیقت باطل ہو جانی چاہئے۔ مگر اس وجہ سے کہ حدیث میں آنحضرتؐ سے یہ بات وارد ہو چکی۔ بھول کر کھانے والے کا روزہ مقرر رہے گا اسکو تو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے تو امام صاحبؒ اپنے قیاس کو ترک فرما کر حدیث ہی کے مطابق قول اختیار کیا کہ ایسے شخص کا روزہ فاسد نہ ہو گا پھر یہ کہ نسیان اور خطا میں فرق تھا اس وجہ سے اس حکم کو صرف نسیان تک محدود رکھا خطا میں یہ حکم نہیں جاری فرمایا (۱۴) فکری اجتہاد اور استدلال عقلی سے کسی بھی فقیہ و امام نے شریعت کے مقرر کردہ احکام میں کبھی کوئی ترمیم نہیں کی۔ اور جن لوگوں نے یہ طرز اختیار کیا وہ اتباع سنت سے محروم ہوئے شریعت کے اصول اور بنیادی نظریات کے خلاف اپنے فکری نظریات کو دین بنایا۔ اور اس طرح شریعت کو بھی ہکا بکا اور خود ہی صراط مستقیم سے بھٹنے والے ہوئے۔

### اجتہاد کا غلط استعمال

قدیم تاریخ سے اس قسم کی مثال معتزلہ کی ملتی ہے انہوں نے عقلی استدلال کو نصوص پر فوقیت دی جس کا نتیجہ یہ نکلا دین کے بہت سے اصول ٹھکرا دیئے، احادیث کو ترک کیا۔ مسائل اعتقاد یہ میں کتاب و سنت سے طے شدہ اصول کے منکر ہو گئے اسی طرح ایک فرقہ مرجئہ بھی عقلیت کے فریب

میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوا۔ فرقہ جہمیہ بھی اسی علت کے باعث اصول دین کا منکر ہوا۔ مرجئہ نے غلو کیا۔ تو حق تعالیٰ کے لئے جسائیت کو ثابت کر ڈالا۔ ان کے بالمقابل معتزلہ فرقہ نے منطقی دلائل کی رو میں بیہ کر صفات خداوندی ہی کا انکار کر دیا۔ یہ سب فرقے عقل کے فریب خوردہ تھے۔ جنہوں نے اپنے رنگ میں اپنے اجتادات سے بہت سے احکام شریعت کا انکار کیا۔ دین کے اصول مسلمات کو روک دیا۔ بہت سی حدیثوں اور ارشادات رسول کی خلاف ورزی ہوئی۔ پھر خود ایسے نظری اور استدلالی الجھنوں میں پھنسے کہ نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہا۔ ان تفصیلات کے لئے ابن حزم کی الملل والنحل قاضی عضد الدین کی شرح مواقف اور امام الحرمین کی کتاب اشارات الحرم شیخ ابو منصور ماتریدی اور ابو الحسن اشعری کے اصول ملاحظہ فرمائے جائیں۔ قیاس کی صحت و فساد کے اصول فخر الاسلام بزدوی نے اپنی کتاب اصول بزدوی میں بیان کر دیئے ہیں۔

تاریخ کے اس قدیم دور کے بالمقابل اجتہادی غلطیوں کا ایک دور بعد کی تاریخ میں دور اکبری ملتا ہے یہاں بھی کچھ مدعیان فکر نے اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو ایک نیا دین تیار کرنے کے لیے صرف کیا۔ تاریخ کے قدیم اور جدید کے ہر دو ادوار نے یہ واضح کر دیا کہ اجتہاد کا رخ جب بھی محض قوائے فکر یہ کی طرف ہوا تو اس اجتہاد نے ان کو صراط مستقیم سے بھٹکا کر گمراہی کی دلدل میں پھنسا دیا شریعت نے اجتہاد کو مسائل اور شرعی مشکلات کا حل بے شک بنایا ہے لیکن وہ اجتہاد جو اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والوں کا ہو، وہ اجتہاد جو اصول و قواعد کے مطابق ہو، وہ اجتہاد جو کتاب و سنت کی روشنی میں ہو۔

ایسے صالح اور درست اجتہاد سے آج ہم اپنے تمام درپیش مسائل حل کر سکتے ہیں۔ اسی سے ہم مسلم معاشرہ کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ اس کے ذریعہ ہمارا معاشی، اقتصادی اور عدالتی نظام اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق اور مقاصد شریعت کا محافظ ہو سکتا ہے۔

حق تعالیٰ ہمیں اپنی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔



## مراجع

- ۱۔ ۳: النساء: ۵۹
- ۲۔ ۵: النکاح: ۳
- ۳۔ شاطبی، الموافقات، ج ۳: ص ۱۱۷
- ۴۔ ۳: النساء: ۵۹
- ۵۔ رازی، فخر الدین، مفتاح الغیب (تفسیر کبیر) ج ۱۰: ص ۴۳، ۴۵
- ۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ج ۲: ص ۱۳۱، باب وجوب الزکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ
- ۷۔ ۵۹: الحشر: ۲
- ۸۔ سیوطی، جلال الدین،
- ۹۔ ابوداؤد، کتاب السنن، ج ۳، ص ۳۰۳، کتاب الاقضية، باب فی اجتهاد الرائی فی القضاء۔
- ۱۰۔ ابن قیم الجوزی، اعلام المومنین، ج ۳: ص ۸۳
- ۱۱۔ ابن تہیہ، القیاس فی الشرع الاسلامی
- ۱۲۔ ابن رشد اندلسی، فلسفہ ابن رشد، ص ۶
- ۱۳۔ محمد الف ثانی، احمد سرھندی، مکتوبات، مکتوب نمبر ۵۵، دختر دوم
- ۱۴۔ ابن امیر الحاج، کشف الاسرار، ج ۲: ص ۳۸۳، ۸۵ ابن امیر الحاج کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ دوسرے فقہاء کی طرح خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے، قطع نظر اس کے کہ اس حدیث کا راوی فقیہ ہے یا غیر فقیہ جب کہ ابو ہریرہ کی اس حدیث کی وجہ سے امام نے قیاس کو چھوڑ دیا حالانکہ ابو ہریرہ کا شمار غیر فقیہ صحابہ میں ہوتا ہے۔